نہ ہونے کے باعث ابھی تک گومگو کی کیفیت میں ہے۔ لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہے گی اور رائے عامہ کے بیدار ہونے پر جب آپ پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھیں گے تو آگے جانے کے ساتھ ساتھ پیچھے ہٹنے کے دروازے بھی آپ پر بند ہو چکے ہوں گے اور آپ کی حکومت اپنی امریکہ نواز پالیسیوں کے ساتھ

عبرت سرائے دہر ہے اور ہم ہیں دوستو!

کا مصداق بن چکی ہو گی۔

جناب وزیر اعظم! مجھے احساس ہے کہ اپنے جذبات کے ہاتھوں مجبور ہونے کی وجہ سے انداز بیان کو تلخی کی آمیزش سے محفوظ نہیں رکھ سکا۔ اس پر آنجناب سے معذرت خواہ ہوں اور ایک بار پھر یہ استدعا کرتا ہوں کہ ایک باشعور مسلمان اور محب وطن پاکستانی کی حیثیت سے ان حقائق کا جائزہ لیں اور ایسے کسی اقدام سے گریز کریں جو کہ انجام کار آپ کے لیے، حکومت پاکستان کے لیے اور پاکستانی قوم کے لیے بے وقاری اور بدنامی کا باعث ثابت ہو۔ بے حد شکریہ

والسلام

ابو عمار زاہد الراشدی چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم
خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ
(۲ مئی ۹۳ء)

قارئین "الشریعہ" عید الاضحیٰ کے مبارک موقع پر
ادارہ کی جانب سے پر خلوص

عید مبارک

قبول فرمائیں اور دعا کریں کہ اللہ رب العزت مسلمانان عالم کو دین و شریعت کی بالا دستی کی حقیقی عید نصیب فرمائیں۔ آمین یا الہ العالمین - (ادارہ)

تالیف و ترجمہ: قاضی محمد رویس خان ایوبی

عدالتی تحفظات اسلام کی نظر میں (۱۱)

دوسری اختلافی شرط: خاتون کا قاضی بننا

کیا خاتون' قاضیہ رجج بن سکتی ہے؟ اس مسئلہ میں فقہاء اسلام کے تین گروہ ہیں:

(۱) حنفیہ کا موقف یہ ہے کہ خاتون حدود اور قصاص کے سوا باقی تمام معاملات میں جج کے فرائض انجام دے سکتی ہے' البتہ حدود اور قصاص کے مقدمات میں نہ تو اسکی تقرری درست ہے اور نہ شہادت۔

(۲) جمہور اہل سنت' (شافعیہ' حنابلہ' مالکیہ) کا موقف یہ ہے کہ قاضی رجج کے لئے مرد ہونا ضروری ہے' عورت کو کسی صورت میں بھی جج نہیں بنایا جاسکتا۔

(۳) غیر مقلدین راہل ظاہر اور ابن جریر طبری کا موقف یہ ہے کہ قاضی رجج کا مرد ہونا ضروری نہیں' عورت بھی جج بن سکتی ہے۔ اور خاتون پر اسلام نے کسی قسم کی ایسی پابندی عائد نہیں کی جس سے وہ عدالتی فرائض ادا نہ کر سکتی ہو۔

اب ان تمام مسالک کی دلیلیں علیحدہ علیحدہ قارئین کی نذر ہیں

حنفیہ کے دلائل

فقہاء حنفیہ کہتے ہیں کہ قضا کے لیے بنیادی شرط شہادت کی اہلیت ہے۔ جو فرد شہادت کا اہل ہے وہ قاضی بن سکتا ہے۔ چونکہ عورت حدود و قصاص کے علاوہ ہر معاملے میں شہادت کی اہل ہے' اس لئے وہ منصب قضا کی بھی اہل ہے' اور چونکہ عورت کی گواہی حدود و قصاص میں مقبول نہیں لہٰذا ان مقدمات میں اسے قاضی بھی مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ نیز قاضی رجج' ملازم سرکار ہوتا ہے اور ملازم سرکار رمحنت کش ہونے کے لئے اسلام نے صنفی امتیاز سے کام نہیں لیا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

فان ارضعن لکم فاتوھن اجورھن۔ "اگر خواتین تمھارے بچوں کو دودھ پلائیں تو ان کی مزدوری انہیں دیدو۔"

(۱)۔ لہٰذا مزدوری مرد بھی کر سکتا ہے اور عورت بھی۔ اور قضا بھی گورنمنٹ کی مزدوری ہی ہے' لہٰذا اس میں بھی صنفی تفریق درست نہیں۔

جمہور اہل سنت کے دلائل

جمہور اہل سنت نے کتاب اللہ' سنت رسول ﷺ اور قیاس سے استدلال کیا ہے:

(ا)- قرآن کریم میں ارشاد باری ہے: الرجال قوامون علی النساء بمافضل اللہ بعضہم علی بعض- "مرد عورتوں پر دسترس رکھتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر برتری عنایت فرمائی ہے"- (۲)- اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ مرد ہی گھر میں حق حکمرانی کا مستحق ہے- کیوں کہ وہ کامل العقل اور دینی اعتبار سے برتر ہے- وہ قوت میں اور رعب و دبدبہ میں خواتین سے برتر ہے- اگر ہم خواتین کو منصب قضا پر فائز کر دیں تو معاملہ الٹ ہو جائے گا- اور الرجال کے بجائے النساء قوامات علی الرجال کی صورت پیدا ہو جائے گی جو خلاف فطرت ہے- اور یوں اس صنف کو مقدم کرنا پڑے گا جسے اللہ نے موخر کیا ہے-

(۲)- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لن یفلح قوم ولوا امرھم امراۃ- "جس قوم نے کسی خاتون کو سربراہ بنایا وہ کبھی کامیاب نہ ہو گی"- (۳)-

اس حدیث پاک میں حضور ﷺ نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو قوم امور مملکت خواتین کے سپرد کریگی' وہ خسارے اور نقصان میں رہے گی اور ایسی ریاست کبھی مستحکم نہیں ہو سکتی- مسلمان کے لئے حکم ہے کہ وہ ہر ضرررساں امر سے مجتنب رہے اور سود مند کام کو اپنائے- منافع کے حصول میں کوشاں رہے اور نقصان دہ امور سے مجتنب رہے-

(۳)- فقہاء کے اس گروہ نے جو عورت کی سربراہی اور منصب قضا پر تقرری کا مخالف ہے' عقلی استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ قضا کا منصب بھی حکومت کی سربراہی کی طرح ہے- کیوں کہ قضا بھی ریاست کے اہم مناصب میں سے ایک منصب ہے- اور عورت ایسے منصب کی اہل نہیں جس میں سربراہی حاصل ہو کیوں کہ خود اسکی گواہی بعض معاملات میں ناقابل قبول ہے- سو جس طرح وہ سربراہ حکومت نہیں بن سکتی' اس طرح سربراہ عدالت بھی نہیں بن سکتی- نیز قاضی رجج کو مختلف قسم کے تنازعات میں مردوں کی مجالس میں شریک ہونا پڑتا ہے' جہاں ان تنازعات میں بعض ایسے تفصیلی معاملات زیر بحث آتے ہیں جو صنف نازک کی شرعی اور روایتی حیا کے خلاف ہوتے ہیں اور جن میں کمال عقل اور ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے' جبکہ عورت نہ صرف ناقص العقل ہے بلکہ زودرنج اور حساس بھی ہے- اسکی صنفی حیثیت کا تقاضا ہے کہ وہ مخلوط مجالس سے دور رہے- نیز تنہا عورتوں کی گواہی قطعاً" قابل قبول نہیں چاہے ہزار عورتیں بھی گواہی دیں' جب تک کہ ان کے ساتھ کوئی مرد نہ ہو- نص قرآنی ہے کہ: ان تضل احداھما فتذکر احداھما الاخریٰ- (۴)- یعنی عورتیں بھول جایا کرتی ہیں اس لئے فرمایا کہ ایک اور عورت بھی ساتھ ہو تاکہ یاد دہانی کرا سکے- عورت نہ تو ریاست و حکومت کی سربراہ بن سکتی ہے اور نہ کسی صوبہ کی گورنر- تاریخ اسلام کے اوارق گواہ ہیں کہ حضور

ﷺ کے دور سے لیکر خلفائے راشدین اور تبع تابعین تک کسی بھی حکومت میں خواتین کو نہ تو قاضی رجج کے منصب پر فائز کیا گیا ہے اور نہ انہیں حکومت کا کوئی بھی اعلیٰ منصب دیا گیا ہے۔ اگر خواتین کو ان اعلیٰ مناصب پر فائز کرنا جائز ہوتا تو خیرالقرون میں یقیناً اس کی کوئی نظیر موجود ہوتی، مگر اوارق تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ کسی بھی اسلامی حکومت میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ (۵)۔

اہل ظاہر کے دلائل

جو لوگ خواتین کو اہم مناصب (بشمول قضا) پر فائز کرنے کے قائل ہیں، ان کے نزدیک عورت اور مرد میں سرکاری مناصب میں کار سرکار انجام دینے میں کوئی فرق نہیں۔ جس طرح مرد حضرات اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہو سکتے ہیں اسی طرح خواتین بھی ہر عہدے کے لئے قابلیت کے لحاظ سے موزوں ہیں۔ ان حضرات نے سنت رسول ﷺ اور قیاس سے استدلال کیا ہے:

(۱) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ والامیر راع والرجل راع علی اھل بیتہ والمراۃ راعیہ علی بیت زوجہا وولدہ فکلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ۔ "تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اپنے ماتحتوں کے بارے میں مسئول ہے، سربراہ بھی ذمہ دار ہے اور ایک عام شخص اپنے اہل خانہ کا ذمہ دار ہے اور خاتون خانہ خاوند کے گھر اور بچوں کی ذمہ دار ہے۔ لہٰذا تم میں سے ہر شخص منصب مسئولیت پر فائز ہے اور اپنے ماتحتوں کی تمام تر ذمہ داری اسکے کندھوں پر ہے۔" (٦)۔

اس حدیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے عورت کو گھر کی ملکہ قرار دیا ہے۔ "راعی" دوسروں کے معاملات کی ذمہ داری نبھانے والے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ گھریلو ذمہ داریوں کا بوجھ خاتون خانہ کے کندھوں پر ڈالا گیا ہے۔ اگر عورت ذمہ داریاں نبھانے کی اہل نہ ہوتی تو پیغمبر اسلام ﷺ اسے "راعیۃ البیت" کے لقب سے سرفراز نہ فرماتے، اگر عورت گھریلو ذمہ داریاں نبھانے کی اہل ہے تو وہ منصب قضا کی ذمہ داریاں بھی بحسن و خوبی سرانجام دے سکتی ہے۔

(۲) اس گروہ نے قیاس سے بھی استدلال کیا ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے عورت کو "مفتیہ" بننے کا اہل قرار دیا ہے اور افتا حکم شرعی کے اظہار کا نام ہے۔ اور قضا بھی حکم شرعی کے اظہار اور تنفیذ کا نام ہے۔ لہٰذا اگر عورت مفتیہ بن سکتی ہے تو قاضیہ بھی بن سکتی ہے۔

دلائل کا تجزیہ

حنفیہ کا یہ موقف کہ حدود و قصاص کے سوا باقی امور میں عورت جج بن سکتی ہے، درست معلوم نہیں ہوتا۔ کیوں کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس مردود ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جس نے اپنے معاملات خواتین کے سپرد کر دیے۔ یہ حدیث واضح طور پر

عورت کی کسی بھی ایسے منصب پر فائز کئے جانے کی نفی کرتی ہے جس میں منصب ولایت ہو۔ خواہ وہ حدود و قصاص کے معاملات ہوں یا تعزیرات کے۔ ان کا یہ استدلال بھی کہ جن معاملات میں عورت کی گواہی مقبول ہے' ان میں قضا بھی جائز ہے' درست نہیں کیوں کہ مطلق کو مقید اور عام کو خاص' قرآن و سنت کے علاوہ کسی دوسرے استدلال سے نہیں کیا جاسکتا۔ عورت کی ولایت کی نفی عام ہے' اسے بعض معاملات کے ساتھ مخصوص کر کے منصب قضا کا اہل قرار دینے کی کوئی دلیل قرآن و سنت سے دستیاب نہیں۔ رہا عورت کے شہادت کے اہل ہونے کا معاملہ تو اسکی اہلیت شہادت اہلیت کاملہ نہیں' ناقصہ ہے اور ناقص الاہلیتہ قضا کا اہل نہیں۔

گروہ سوم کا یہ استدلال کہ عورت گھر کی ملکہ ہے تو یہ بات واضح ہو کہ شریعت نے اس کے اقتدار کا دائرہ گھر تک محدود کر دیا ہے' اسے لامحدود کرنیکی کوئی دلیل موجود نہیں۔ گھر کی ریاست اور پبلک کی ریاست میں بعد المشرقین ہے۔ لہٰذا گھر کی ذمہ داریوں پر قضا کو قیاس کرنا درست نہیں۔ رہا ان کا یہ استدلال کہ عورت مفتیہ بن سکتی ہے تو قاضیہ کیوں نہیں بن سکتی تو یہ قیاس ہی غلط ہے کیوں کہ افتا صرف شرعی مسئلہ کے اظہار کا نام ہے (۷)۔ اسکی تنفیذ کا نام نہیں جبکہ قضا تنفیذ (IMPLIMINTATION) کا نام ہے۔ اس لیے قضا کو افتا پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ نیز تیسرے گروہ کا موقف اجماع امت کے بھی خلاف ہے لہٰذا قابل التفات نہیں۔

ترجیح

راقم الحروف کے خیال میں دوسرا گروہ برحق ہے جس کے نزدیک عورت منصب قضا کی اہل نہیں اور قاضی کے لئے مرد ہونا ضروری ہے۔ اگر عورت منصب قضا کی اہل ہوتی تو زمانہ رسالتماب ﷺ سے لے کر اسلام کے دور عروج تک اور آج کے اس دور میں کسی اسلامی مملکت میں' جہاں اسلامی قوانین نافذ ہیں' کہیں نہ کہیں کوئی عورت قاضیہ رجج ہوتی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کو حجاب شرعی کا سختی سے حکم ہے' انہیں اسلام نے مخلوط مجالس میں شریک ہونے سے منع کیا ہے۔ ضرورت شدیدہ کے بغیر عورت بے حجاب نہیں ہو سکتی اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی خاتون برقعہ اوڑھ کر یا ادناء جلباب کر کے مقدمات کی سماعت کرے۔ اس طرح عدالتیں استہزا و تمسخر کا نشانہ بن جائیں گی۔ نیز عورت فطری طور پر شرم و حیا کا مجسمہ ہے۔ عدالتوں میں زنا' لواطت' اور دیگر فحاشی کے مقدمات بھی زیر سماعت ہوتے ہیں جن میں گواہوں پر وکلاء کی جرح بسا اوقات فحاشی کے زمرے میں آجاتی ہے اور اس صاف گوئی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ مثلاً" زنا کو لے لیجئے' اسکی شرعی تعریف ہی اتنی خطرناک ہے کہ عورت شرم کے مارے پانی پانی ہو جائے۔ پھر اس پر حدود کے مقدمات میں وکلاء کی موشگافیاں اور گل کھلاتی

ہیں اور کسی شریف النفس خاتون کے بس کا روگ نہیں کہ وہ ایسی موشگافیاں کھلے دل سے سن کر ججمنٹ دے سکے۔ عورت صنفی اعتبار سے ہر ماہ اپنی خاص بیماری کے سبب مختلف نفسیاتی اور جسمانی عوارض کا شکار ہوتی ہے' حمل کی صورت میں اسکے ابتدائی ایام سخت تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ آخری ماہ وہ کام کاج کرنے کی ہمت نہیں پاتی اور یوں اگر عورتوں کو قاضی مقرر کرنے کا سلسلہ شروع ہو جائے تو عدالتوں میں خود قاضیات گواہوں اور وکلا سے الجھتی رہیں گی۔ اور "رخصت ولادت" عدالتوں میں زیر سماعت مقدمات کے التوا کا باعث بنے گی۔ جبکہ قیدی حوالات اور جیل میں بلاوجہ عقوبت میں مبتلا ہوں گے اور معاشرہ میں مردوں کی اتنی قلت بھی نہیں کہ الضرورات تبیح المحظورات کے قاعدے کے تحت خواتین کی منصب قضا پر بھرتی کا دروازہ کھول دیا جائے۔ دور حاضر کا اخلاقی انحطاط اس حد تک ہو چکا ہے کہ خواتین گھروں میں محفوظ نہیں چہ جائیکہ انہیں کچہریوں کی زینت بنا دیا جائے۔

عقل و خرد کے اعتبار سے اور صبر و تحمل کے اعتبار سے بھی عورت ناقصہ ہے۔ ہر سنی سنائی بات پر یقین کر لینا عورتوں کا شیوہ ہے' خوفناک منظر دیکھ کر گھبرا جانا عورت کی فطرت ہے' دردناک منظر دیکھ کر اشکبار ہو جانا عورتوں کی عادت ہے۔ ان حالات میں عورت کس طرح میزان عدل کو مستقیم رکھ سکتی ہے۔

مرد و زن کے اختلاط سے پیدا ہونے والے اخلاقی اور معاشرتی امراض اس پر مستزاد ہیں۔ اگر خواتین کو ایسے مناصب سونپ دیے جائیں جہاں ان کا تمام وقت کار سرکار میں بسر ہو تو گھر کی نگہداشت اور اپنا اصل فریضہ بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری کون نبھائے گا؟ آج مغربی دنیا عورت کو گھر سے نکال کر اور دفتروں اور فیکٹریوں میں سکے کمانے پر لگا کر پچھتا رہی ہے۔ ان کا گھریلو نظام ابتری کا شکار ہو گیا ہے اور خاندانی نظام کا شیرازہ بکھر گیا ہے۔ سبب یہی ہے کہ مردنے کمائی کی ذمہ داری بھی خاتون کے نازک کندھوں پر ڈال دی ہے۔ اس طرح مغرب کا مرد بیوی کی محبت' ماں کی شفقت اور بہن کی غم گساری سے محروم ہو چکا ہے' ان کی زندگی ایک روبوٹ سے مختلف نہیں' جو ہمہ وقت ٹھکا ٹھک صرف مشینوں پر مصروف کار ہے۔ نہ گھر کی کوئی فکر اور نہ اخلاقیات کی پرواہ۔

عورت کے منصب قضا پر فائز ہونے سے بے شمار محرمات کا ارتکاب ہوتا ہے۔ غیر محرموں کے سامنے بے حجاب ہونا' ہوس پرست نگاہوں کی نظربازی' عفت و عصمت کو ہمہ وقت خطرہ یہ تمام محرمات ایسے ہیں جن سے بچنا نا ممکن ہے' لہٰذا عورتوں کو منصب قضا پر فائز کرنا فتنہ و فساد کو گلیوں سے اٹھا کر عدالتوں میں پھیلانے کے مترادف ہے' لہٰذا راقم کی رائے میں حدود و قصاص کے سوا بھی کسی معاملہ میں عورت قاضیہ رجج نہیں بن سکتی۔ (واللہ اعلم)